تقریر

تقریر بابت وجودِ باری تعالیٰ
وقت 5-7 منٹ

# وجودِ باری تعالیٰ پر دس دلائل

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

(قسط نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدہ:57)

یعنی جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے۔

واحِد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بُتوں میں وفا نہیں

**معزز سامعین!** حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہستی باری تعالیٰ پر بیان فرمودہ دس دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ اِن دس میں سے چار دلائل مَیں کل اپنی تقریر میں بیان کر آیا ہوں۔ باقی چھ دلائل آج آپ کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں۔ پانچویں دلیل کے متعلق فرماتے ہیں۔

پانچویں دلیل ہستی باری تعالیٰ کی جو قرآن شریف نے دی ہے گو اِسی رنگ کی ہے لیکن اس سے زیادہ زبردست ہے اور وہاں استدلال بالاَولیٰ سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ۔ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ۔ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (الملک:2-5)

یعنی بہت برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ دیکھے کہ تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب ہے، بخشندہ ہے۔ اُس نے ساتوں آسمان بھی پیدا کئے اور اُن میں آپس میں موافقت اور مطابقت رکھی ہے تُو کبھی کوئی اختلاف اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں نہیں دیکھے گا۔ پس اپنی آنکھ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ دوبارہ اپنی نظر کو لوٹا کر دیکھ، تیری نظر تیری طرف تھک کر اور ماندہ ہو کر لوٹے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام کائنات اتفاقاً پیدا ہو گئی اور اتفاقی طور پر مادہ کے ملنے سے یہ سب کچھ بن گیا اور سائنس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا خود بخود جڑ کر آپ ہی چلتی جائے اور اس کا پھر انیوالا کوئی نہ ہو۔ لیکن ان کا جواب اللہ تعالیٰ ان آیات میں دیتا ہے کہ اتفاقی طور سے جڑنے والی چیزوں میں کبھی ایک سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا بلکہ بے جوڑی ہوتی ہے۔ مختلف رنگوں سے مل کر ایک تصویر بنتی ہے۔ لیکن کیا اگر مختلف رنگ ایک کاغذ پر پھینک دیں تو اس سے تصویر بن جائے گی۔ اینٹوں سے مکان بنتا ہے لیکن کیا اینٹیں ایک دوسرے پر پھینک دینے سے مکان بن جائے گا۔ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ بعض واقعات اتفاقاً بھی ہو جاتے ہیں لیکن نظامِ عالم کو دیکھ کر کبھی کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ آپ ہی ہو گیا۔ مانا کہ خود بخود ہی مادہ سے زمین پیدا ہو گئی اور یہ بھی مان لیا کہ اتفاقاً ہی انسان پیدا ہو گیا لیکن انسان کی خلقت پر نظر تو کرو کہ ایسی کامل پیدائش کبھی خود بخود ہو سکتی ہے۔ عام طور سے دنیا میں ایک صفت کی خوبی سے اس کے صنّاع کا پتہ لگتا

ہے۔ ایک عمدہ تصویر کو دیکھ کر فوراً خیال ہوتا ہے کہ کسی بڑے مصوّر نے بنائی ہے۔ ایک عمدہ تحریر کو دیکھ کر سمجھا جاتا ہے کہ کسی بڑے کاتب نے لکھی ہے اور جس قدر ربط بڑھتا جائے اسی قدر اس کے بنانے یا لکھنے والے کی خوبی اور بڑائی ذہن نشین ہوتی جاتی ہے پھر کیونکر تصوّر کیا جاتا ہے کہ ایسی منتظم دنیا خود بخود اور یونہی پیدا ہو گئی۔ ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ جہاں انسان میں ترقی کرنے کے قویٰ ہیں وہاں اسے اپنے خیالات کو عملی صورت میں لانے کے لئے عقل دی گئی ہے اور اس کا جسم بھی اس کے مطابق بنایا گیا ہے۔ چونکہ اس کو محنت سے رزق کمانا تھا اس لئے اُسے مادہ دیا کہ چل پھر کر اپنا رزق پیدا کرلے۔ درخت کا رزق اگر زمین میں رکھا ہے تو اُسے جڑیں دیں کہ وہ اس کے اندر سے اپنا پیٹ بھرلے۔ اگر شیر کی خوراک گوشت رکھی تو اُسے شکار مارنے کے لئے ناخن دیئے اور گھوڑے اور بیل کے لئے گھاس کھانا مقدّر کیا تو ان کو ایسی گردن دی جو جھک کر گھاس پکڑ سکے اور اگر اونٹ کے لئے درختوں کے پتّے اور کانٹے مقرر کئے تو اس کی گردن بھی اونچی بنائی۔ کیا یہ سب کارخانہ اتفاق سے ہوا۔ کیا اتفاق نے اس بات کو معلوم کر لیا تھا کہ اونٹ کو گردن لمبی دوں اور شیر کو پنجے اور درخت کو جڑیں اور انسان کو ٹانگیں۔ ہاں کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو کام خود بخود ہو گیا اس میں اس قدر انتظام رکھا گیا ہو۔ پھر اگر انسان کے لئے پھیپھڑا بنایا تو اس کے لئے ہوا بھی پیدا کی۔ اگر پانی پر اس کی زندگی رکھی تو سورج کے ذریعہ بادلوں کی معرفت اسے پانی پہنچایا اور اگر آنکھیں دیں تو ان کے کارآمد بنانے کے لئے سورج کی روشنی بھی دی تاکہ وہ اس میں دیکھ بھی سکے۔ کان دیئے تو ساتھ اس کے خوبصورت آوازیں بھی پیدا کیں۔ زبان کے ساتھ ذائقہ دار چیزیں بھی عطا فرمائیں۔ ناک پیدا کیا تو خوشبو بھی مہیا کر دی۔ ممکن تھا کہ اتفاق انسان میں پھیپھڑا پیدا کر دیتا لیکن اس کے لئے یہ ہوا کا سامان کیوں کر پیدا ہو گیا اور ممکن تھا کہ آنکھیں انسان کی پیدا ہو جاتیں لیکن وہ عجیب اتفاق تھا کہ جس نے کروڑوں میلوں پر جا کر ایک سورج بھی پیدا کر دیا تاکہ وہ اپنا کام کر سکیں۔ اگر ایک طرف اتفاق نے کان پیدا کر دیئے تھے تو یہ کون سی طاقت تھی جس نے دوسری طرف آواز بھی پیدا کر دی۔ برفانی ممالک میں مان لیا کہ کتّے یا ریچھوں کو تو اتفاق نے پیدا کر دیا لیکن کیا سبب کہ ان کتّوں یا ریچھوں کے بال اتنے لمبے بن گے کہ وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔ اتفاق ہی نے ہزاروں بیماریاں پیدا کیں۔ اتفاق ہی نے ان کے علاج بنا دیئے۔ اتفاق ہی نے بچھو بُوٹی جس کے چھونے سے خارش ہونے لگ جاتی ہے، پیدا کی اور اُس نے اُس کے ساتھ پالک کا پودا اُگا دیا کہ اس کا علاج ہو جائے۔ دہریوں کا اتفاق بھی عجیب ہے کہ جن چیزوں کے لئے موت تجویز کی ان کے ساتھ توالد کا سلسلہ بھی قائم کر دیا اور جن چیزوں کے ساتھ موت نہ تھی وہاں یہ سلسلہ ہی نہیں رکھتا۔ انسان اگر پیدا ہوتا اور مرتا نہیں تو کچھ سالوں میں ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس لئے اس کے ساتھ فنا لگا دی لیکن سورج اور چاند اور زمین نہ نئے پیدا ہوتے ہیں نہ اگلے فنا ہوتے ہیں۔ کیا یہ انتظام کچھ کم تعجّب انگیز ہے کہ زمین اور سورج میں چونکہ کشش رکھی ہے اس لئے ان کو ایک دوسرے سے اتنی دور رکھا کہ آپس میں ٹکرا نہ جاویں۔ کیا یہ باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ ان سب چیزوں کا خالق وہ ہے جو نہ صرف علیم ہے بلکہ غیر محدود علم والا ہے۔ اس کے قواعد ایسے منضبط ہیں کہ ان میں کچھ اختلاف نہیں اور نہ کچھ کمی ہے۔ مجھے تو اپنی انگلیاں بھی اس کی ہستی کا ایک ثبوت معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے جہاں علم دیا تھا اگر شیر کا پنجہ مل جاتا تو کیا مَیں اس سے لکھ سکتا تھا۔ شیر کو علم نہیں دیا اسے پنجے دیئے، مجھے علم دیا لکھنے کے لئے انگلیاں بھی دیں۔

سلطنتوں میں ہزاروں مدبّر ان کی درستی کے لئے رات دن لگے رہتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھتے ہیں کہ ان سے ایسی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کہ جن سے سلطنتوں کو خطرناک نقصان پہنچ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات بالکل تباہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر اس دنیا کا کاروبار صرف اتفاق پر ہے تو تعجب ہے کہ ہزاروں دانا دماغ تو غلطی کرتے ہیں لیکن یہ اتفاق تو غلطی نہیں کرتا۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو بڑے وسیع عالم کا مالک اور عزیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ انتظام نظر نہ آتا۔ اب جس طرف نظر دوڑا کر دیکھو۔ تمہاری نظر قرآن شریف کے ارشاد کے مطابق خائب وخاسر واپس آئے گی اور ہر ایک چیز میں ایک انتظام معلوم ہو گا۔ نیک جزاء اور بدکار سزا پا رہے ہیں۔ ہر ایک چیز اپنا مفوّضہ کام کر رہی ہے اور ایک دم کے لئے سُست نہیں ہوئی۔

**دلیل ششم:**

**سامعین!** قرآنِ شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک ثبوت ہے ان کے باطل پر ہونے کا کیونکہ اللہ اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ فتوحات دیتا ہے اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی خدا نہیں تو یہ نصرت اور تائید کہاں سے آتی ہے۔ چنانچہ فرعون موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے کہ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الۡاٰخِرَۃِ وَالۡاُوۡلٰی (النّٰزِعٰت:25-26) یعنی جب حضرت موسیٰؑ نے اُسے اطاعتِ الٰہی کی نسبت کہا تو اُس نے تکبّر سے جواب دیا کہ خدا کیسا، خدا تو مَیں ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے اِس جہاں میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی ذلیل کر دیا چنانچہ فرعون کا واقعہ ایک بیّن دلیل ہے کہ کس طرح خدا کے

منکر ذلیل وخوار ہوتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا میں کبھی کوئی سلطنت دہریوں نے قائم نہیں کی بلکہ دنیا کے فاتح اور ملکوں کے مصلح اور تاریخ کے بنانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو خدا کے قائل ہیں۔ کیا یہ ان کی ذلّت ونکبت اور قوم کی صورت میں کبھی دنیا کے سامنے نہ آنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

**ساتویں دلیل:**

**سامعین!** اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ہے کہ اُس کی ذات کے ماننے والے اور اُس پر حقیقی ایمان رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے ان پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے منوانے والے ہر ملک میں پیدا ہوئے ہیں اور جس قدر اُن کی مخالفت ہوئی ہے اُتنی اور کسی کی نہیں لیکن پھر دنیا اس کے خلاف کیا کر سکی۔ رامچندر کو بن باس دینے والوں نے کیا سکھ پایا؟ اور راون نے کون سی عشرت حاصل کر لی؟ کیا رامچندر کا نام ہزاروں سال کے لئے زندہ نہیں ہو گیا اور کیا راون کا نام ہمیشہ کے لئے بدنام نہیں ہوا؟ اور کرشنؑ کی بات کارڈ کر کے کوروں نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ کیا وہ کوروچھتر کے میدان میں تباہ نہ ہوئے؟ فرعون بادشاہ جو بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھواتا تھا۔ اس نے موسیٰؑ جیسے بے کس انسان کی مخالفت کی مگر کیا موسیٰؑ کا کچھ بگاڑ سکا؟ وہ غرق ہو گیا اور موسیٰؑ بادشاہ ہو گئے۔ حضرت مسیحؑ کی دنیا نے جو کچھ مخالفت کی وہ بھی ظاہر ہے اور ان کی ترقی بھی جو کچھ ہوئی پوشیدہ نہیں۔ ان کے دشمن تو تباہ ہوئے اور ان کے غلام ملکوں کے بادشاہ ہو گئے۔ ہمارے آقا بھی دنیا میں سب سے زیادہ اس پاک ذات کے نام کے پھیلانے والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک یورپ کا مصنّف کہتا ہے کہ ان کو خدا کا جنون تھا (نعوذباللہ) ہر وقت خدا خدا ہی کہتے رہتے تھے۔ ان کی سات قوموں نے مخالفت کی۔ اپنے پرائے سب دشمن ہو گئے مگر کیا پھر آپ کے ہاتھ پر دنیا کے خزانے فتح نہیں ہوئے؟ اگر خدا نہیں تو یہ تائید کس نے کی؟ اگر یہ سب کچھ اتفاق تھا تو کوئی مبعوث تو ایسا ہوتا جو خدا کی خدائی ثابت کرنے آتا اور دنیا اسے ذلیل کر دیتی مگر جو کوئی خدا کے نام کو بلند کرنے والا اُٹھا، وہ معزّز و ممتاز ہی ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ مَنۡ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ھُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (المائدہ:57) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہی لوگ خدا کے ماننے والے ہی غالب رہتے ہیں۔

**دلیل ہشتم:**

**سامعین!** آٹھویں دلیل جو قرآنِ شریف سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں ملتی ہے یہ ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جب کوئی انسان گھبرا کر اُس کے حضور میں دعا کرتا ہے تو وہ اُسے قبول کرتا ہے اور یہ بات کسی خاص زمانہ کے متعلق نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اُس کے نظارے موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ:187) یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو انہیں کہہ دو کہ مَیں ہوں اور پھر قریب ہوں، پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ کیونکر معلوم ہو کہ دعا خدا سنتا ہے کیوں نہ کہا جائے کہ اتفاقاً بعض دعا کرنے والے کے کام ہو جاتے ہیں۔ جیسے بعض کے نہیں بھی ہوتے۔ اگر سب دعائیں قبول ہو جائیں تب بھی کچھ بات تھی لیکن بعض کے قبول ہونے سے کیونکر معلوم ہو کہ اتفاق نہ تھا۔ بلکہ کسی ہستی نے قبول کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت اپنے ساتھ نشان رکھتی ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثبوتِ باری تعالیٰ کی دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ چند بیمار جو خطرناک طور پر بیمار ہوں چُنے جائیں اور بانٹ لئے جائیں اور ایک گروہ کا ڈاکٹر علاج کریں اور ایک طرف مَیں اپنے حصہ والوں کے لئے دعا کروں پھر دیکھو کہ کس کے بیمار اچھے ہوتے ہیں۔ اب اس طریقِ امتحان میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک سگ گزیدہ جسے دیوانگی ہو گئی اور جس کے علاج سے کسولی کے ڈاکٹروں نے قطعاً انکار کر دیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کے لئے آپ نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ حالانکہ دیوانے کتّے کے کاٹے ہوئے دیوانہ ہو کر کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ پس دعاؤں کی قبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو انہیں قبول کرتی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر زمانے میں اس کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں جیسے پہلے زمانہ میں دعائیں قبول ہوتی تھیں ویسے ہی اب بھی ہوتی ہیں۔

**دلیل نہم:**

**سامعین**!نویں دلیل قرآنِ شریف سے وجودِ باری کی الہام معلوم ہوتی ہے۔ یہ دلیل اگر چہ مَیں نے نویں نمبر پر رکھی ہے لیکن در حقیقت نہایت عظیم الشان دلیل ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود کو یقینی طور سے ثابت کر دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:28) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا میں پکی باتیں سنا سنا کر مضبوط کرتا رہتا ہے۔ پس جب کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہم کلام ہوتا رہتا ہے تو پھر اس کا انکار کیونکر درست ہو سکتا ہے اور نہ صرف انبیاء اور رسولوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے بلکہ اولیاء سے بھی باتیں کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے کسی غریب بندہ پر بھی رحم کر کے اس کی تشفی کے لئے کلام کرتا ہے۔ چنانچہ اس عاجز سے بھی اس نے کلام کیا اور اپنے وجود کو دلائل سے ثابت کیا۔ پھر یہی نہیں بعض دفعہ نہایت گندے اور بد باطن آدمیوں سے بھی ان پر حجت قائم کرنے کے لئے بول لیتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ چوہڑوں چماروں کنچنیوں تک کو خوابیں اور الہام ہو جاتے ہیں اور اس بات کا ثبوت کہ وہ کسی زبردست ہستی کی طرف سے ہیں یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان میں غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر بتا دیتی ہیں کہ یہ انسانی دماغ کا کام نہ تھا اور نہ کسی بد ہضمی کا نتیجہ تھا اور بعض دفعہ سینکڑوں سال آگے کی خبریں بتائی جاتی ہیں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ موجودہ واقعات خواب میں سامنے آگئے اور وہ اتفاقاً پورے بھی ہو گئے۔ چنانچہ توریت اور قرآنِ شریف میں مسیحیوں کی ان ترقیوں کا جن کو دیکھ کر اب دنیا حیران ہے، پہلے ذکر موجود تھا اور پھر صریح لفظوں میں تفصیل کے ساتھ۔ بلکہ ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ مثلاً اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:5) یعنی ایک وقت آتا ہے کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور حدیث مسلم میں اس کی تفسیر یہ ہے وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا یعنی اونٹنیوں سے کام نہ لیا جائے گا چنانچہ اس زمانے میں ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ریل کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسے ایسے اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ریل کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ کلام نبوت میں بھی سواری (مراد) ہے جو حبس ماء (steam) سے چلے گی اور اپنے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ رکھے گی اور سواری اور باربرداری کے لحاظ سے حمار کی طرح ہوگی اور چلتے وقت ایک آواز کرے گی وَغَیرُ ذٰلِکَ۔

دوم: اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر:11) یعنی کتابوں اور نوشتوں کا بہ کثرت شائع ہونا۔ آجکل بباعث چھاپہ کی کلوں کے جس قدر اس زمانہ میں کثرت اشاعت کتابوں کی ہوئی ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

سوم: اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر:8) نوع انسان کے باہمی تعلقات کا بڑھنا اور ملاقاتوں کا طریق سہل ہو جانا کہ موجودہ زمانے سے بڑھ کر متصوّر نہیں۔

چہارم: تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (النّٰزعٰت:6) متواتر اور غیر معمولی زلزلوں کا آنا یہاں تک کہ زمین کانپنے والی بن جائے۔ سو یہ زمانہ اس کے لئے بھی خصوصیت سے مشہور ہے۔

پنجم: وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا (بنی اسرائیل:59) کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے پہلے ہلاک نہیں کریں گے یا کسی حد تک اس پر عذاب وارد نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور اس قدر اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ اس مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ پھر اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ ہر صدی میں اس کے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو الہام الٰہی سے سرفراز ہوتے رہتے ہیں اور خارق عادت نشانات سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک قادر و توانا، مدبّر بالارادہ ہستی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کے مامور پر نہایت بے بسی و گمنامی کی حالت میں خدا نے وحی نازل کی يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ (دیکھو براہین احمدیہ مطبوعہ 1881ء صفحہ 241۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 267 حاشیہ) کہ ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور ایسی کثرت سے آئیں گے کہ وہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ القاء کریں گے۔ مگر چاہئے کہ تُو خدا کے بندوں سے جو تیرے پاس آئیں گے، بد خُلقی نہ کرے اور چاہئے کہ تُو ان کی ملاقاتوں سے تھک نہ جائے۔ ایک شخص ایک گاؤں میں رہنے والا جس کے نام سے مہذب دنیا میں سے کوئی آگاہ نہ تھا، یہ اعلان کرتا ہے پھر باوجود سخت مخالفتوں اور روکوں کے ایک دنیا دیکھتی ہے کہ امریکہ اور

افریقہ سے لے کر تمام علاقوں کے لوگ یہاں حاضر رہتے ہیں اور آدمیوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب سے مصافحہ وملاقات کرنا معمولی آدمی کا کام نہیں ایک مقتدر جماعت اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر یہاں رہنا اختیار کرتی ہے اور قادیان کا نام تمام دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے اور یہ ایسا نشان ہے جسے معمولی نظر سے ٹال دیا جائے؟

دوم: عیسائیوں میں سے ڈوئی نے امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے یہ ناپاک کلمات شائع کئے کہ ”مَیں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ دن جلد آئے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جائے۔ اے خدا! تو ایسا ہی کر۔ اے خدا! اسلام کو ہلاک کر“۔ تو صرف یہ حضور مسیح موعود ہمارے امام علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے اس کے مقابلہ میں اشتہار دیا کہ اے شخص! جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہو گا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ہم میں سے جو شخص کذّاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو (ٹیلیگراف 5، جولائی 1903ء) لیکن اُس نے رعونت سے کہا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر مَیں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ان کو کچل کر مار ڈالوں۔ (ڈوئی کا پرچہ دسمبر 1903ء) مگر حضورؑ نے فرمایا تھا اور اسی اشتہار 23، اگست 1903ء میں شائع کیا تھا کہ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد آفت آنے والی ہے۔ اے خدا اور کامل خدا! یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ پھر اس کے بعد معزز ناظرین سنو کیا ہوا۔ وہ جو شہزادوں کی زندگی بسر کرتا تھا جس کے پاس سات کروڑ نقد تھا، اُس کی بیوی اور اُس کا بیٹا دشمن ہو گئے اور باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ آخر اس پر فالج گرا پھر غموں کے مارے پاگل ہو گیا۔ آخر مارچ 1907ء میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ جیسا کہ خدا نے اپنے مامور کو پہلے اطلاع دی اور جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے 20، فروری 1907ء کے اشتہار میں شائع فرمایا تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ ”مَیں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا۔ جس میں فتح عظیم ہو گی۔ وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہو گا۔“ ہلاک ہو کر خدا کی ہستی پر گواہی دے گیا۔ یہ عیسائی دنیا، پرانی دنیا، نئی دنیا دونوں پر حضور کی فتح تھی۔

سوم: اس ملک میں آریوں کا زور ہے۔ ان کا زعیم لیکھرام تھا، رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر 1311ھ میں یہ پیشگوئی درج کی کہ لیکھرام کی نسبت خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو گا اور اس کا جرم یہ ہے کہ وہ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا اور بُرے لفظوں کے ساتھ توہین کرتا تھا۔ پھر 22، فروری 1893ء کے اشتہار میں اس کے مرنے کی صورت بھی بتادی۔ عِجْلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ لَّہٗ نَصَبٌ وَعَذَابٌ یعنی لیکھرام گوسالہ سامری ہے جو بے جان ہے اور اس میں محض ایک آواز ہے جس میں روحانیت نہیں۔ اس لئے اس کو عذاب دیا جاوے گا جو گوسالہ سامری کو دیا گیا تھا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ گوسالہ سامری کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا اور پھر جلایا گیا اور دریا میں ڈالا گیا تھا۔ پھر 2، اپریل 1893ء کو آپ نے ایک کشف دیکھا۔ (دیکھو برکات الدعا کا حاشیہ، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 33) ایک قوی مہیب شکل جو گویا انسان نہیں ملائکِ شدّاد اور غلاظ سے ہے، وہ پوچھتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے؟۔ پھر کرامات الصادقین کے اس شعر سے دن بھی بتادیا۔

وَ بَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَ قَالَ مُبَشِّرًا
سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَ الْعِیْدُ اَقْرَبُ

یعنی عید سے دوسرے دن ہفتہ والے دن اور

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برانِ محمدؐ

پانچ سال پہلے شائع کر کے قتل کی صورت بھی بتادی۔ آخر لیکھرام 6، مارچ 1897ء کو قتل کیا گیا اور سب نے متفق اللفظ مان لیا کہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہو کر اللہ کی ہستی کے لئے حجتِ ناطقہ ٹھہری پس الہام الٰہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کرنا نہایت بے حیائی بے شرمی ہو گی۔

**دلیل دہم:**

**سامعین!** دسویں دلیل جو ہر ایک نزاع کے فیصلہ کے لئے قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے۔ اس آیت سے نکلتی ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنی راہ دکھا دیتے ہیں اور اس آیت پر جن لوگوں نے عمل کیا وہ ہمیشہ نفع میں رہے ہیں۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا منکر ہو اُسے تو ضرور خیال کر لینا چاہئے کہ اگر خدا ہے تو اس کے لئے بہت مشکل ہو گی پس اس خیال سے اگر سچائی کے دریافت کرنے کی اس کے دل میں تڑپ ہو تو اسے چاہئے کہ گڑگڑا کر اور بہت زور لگا کر وہ اس رنگ میں دعا کرے کہ اے خدا! اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں والا ہے۔ تو مجھ پر رحم کر اور مجھے اپنی طرف ہدایت کر اور میرے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈال دے تا کہ مَیں محروم نہ رہ جاؤں۔ اگر اس طرح سچے دل سے کوئی شخص دعا کرے گا اور کم سے کم چالیس دن تک اُس پر عمل کرے گا تو خواہ اس کی پیدائش کسی مذہب میں ہوئی ہو اور وہ کسی ملک کا باشندہ ہو، ربّ العالمین اس کو ضرور ہدایت کرے گا اور وہ جلد دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے رنگ میں اس پر اپنا وجود ثابت کر دے گا کہ اُس کے دل سے شک و شبہ کی نجاست بالکل دور ہو جائے گی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق فیصلہ میں کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہو سکتا پس سچائی کے طالبوں کے لئے اس پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟

(تشحیذ الاذہان مارچ 1913ء)

✡✡✡✡